نقطۂ نظر

نظامِ اسلام کیا ہے ؟

ذیل کا مضمون جو مدرسہ سراج العلوم لودھراں (ملتان) کے نوجوان عالم دین جناب سلیم بہادر ملکانوی کا تحریر کردہ ہے، ملک کے ایک معروف اہلِ قلم ڈاکٹر نصیر احمد ناصر کے ایک مضمون کے پس منظر میں لکھا گیا ہے۔ اس مضمون کی اشاعت سے ہماری دلچسپی اسی قدر ہے کہ اس کے ذریعے اسلامی نظام کے بارے میں علماء کرام کا نقطۂ نظر کسی قدر وضاحت سے سامنے آتا ہے۔ (ادارہ)

اسلام کا نظام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ انسانی زندگی کا کوئی پہلو ایسا نہیں جس میں مذہب اسلام ہماری مکمل راہنمائی نہ کرتا ہو۔ آج کے اس سائنسی اور مادی دور میں معاشرۂ انسانی خواہ کتنی ہی ترقی کیوں نہ کر جائے اسلام کے ایسے ہمہ گیر اصول موجود ہیں جن کی روشنی میں ہم راہ یاب ہو سکتے ہیں اور خدائے بزرگ و برتر کی رضا حاصل کر سکتے ہیں۔

خدا رحمت کرے ان تمام حضرات پر جو اس دینِ کامل کے ہم تک پہنچنے کا ذریعہ و واسطہ بنے۔ جیسے جیسے نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہونہار اور جاں نثار صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تعلیم فرمائی اس کا تعلق زندگی کے جس شعبہ سے بھی تھا حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے من وعن آگے اپنے تلامذہ تک پہنچائی اور انہوں نے آگے اپنے اصحاب کو بیان فرمائی۔ یوں نظامِ اسلام سلسلہ وار ہم تک پہنچا اور اپنی اصلی شکل میں ہم میں آج بھی موجود ہے۔ اور ایسے ہی اسلام کا یہ ابدی نظام تاقیامت اپنی صحیح شکل و صورت کے ساتھ باقی رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلام مقدس میں ارشاد فرماتے ہیں:

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ○ "ہم نے اس ذکر (قرآن) کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں"

© rasailojaraid.com

بخاری و مسلم شریف کی روایت ہے :

لا یزال من امتی امۃ قائمۃ قائمۃ بامر اللہ لا یضرھم من خذلھم ولا من خالفھم حتی یاتی امر اللہ وھم علی ذٰلک

" میری امت میں ایک طائفہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے دین پر قائم رہے گا ۔ ان کو رسوا کرنے والے اور ان کی مخالفت کرنے والے ان کو نقصان نہیں پہنچا سکیں گے یہاں تک کہ قیامت واقع ہو اور وہ اسی دین پر ہوں گے "۔

بیہقی نے المدخل ص۳۶ میں روایت نقل فرمائی ہے :

یحمل ھذا العلم من کل خلف عدولہٗ ینفون عنہٗ تحریف الغالین وانتحال المبطلین و تاویل الجاھلین اوکما قالؐ

یہ علم اپنے بعد میں آنے والی نسل سے اپنے ایسے توازن پسند لوگ بھی رکھتا ہے جو انتہا پسندوں کی تحریف ، انکار کرنے والوں کی خودساختہ باتوں اور جاہلوں کی غلط تاویلات کو اس سے دُور کرتے ہیں۔

بخاری و مسلم کی روایت ہے :

لا یزال ناسٌ من امتی ظاھرین حتی یاتیھم امر اللہ وھم ظاھرون

" میری امت کے کچھ لوگ برابر غالب اور سربلند رہیں گے اور اللہ کے حکم (قیامت) کے آنے تک ان کی فتحیابی و سربلندی قائم رہے گی "۔

جامع ترمذی کی حدیث مبارکہ ہے :

لا تزال طائفۃ من امتی منصورین لا یضرھم من خذلھم حتی تقوم الساعۃ۔

" میری امت میں ایک گروہ برابر کامیاب و بامراد رہے گا اور ان کا ساتھ نہ دینے والے ان کو کچھ نقصان نہ پہنچا سکیں گے اور یہ صورت حال قیامت تک برقرار رہیگی "۔

ان تصریحات کے بعد یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ نظام اسلام اپنے اصلی خدوخال کے ساتھ موجود ہے مگر فی زمانہ جدید فنی علوم سے بہرہ ور یار لوگوں نے اسلام کو کھیل کے میدان کا فٹ بال سمجھ لیا ہے ۔ ہر جدید تعلیم یافتہ جب

.com

اپنے متعلقہ شعبہ (DEPARTMENT) سے سبکدوش ہوتا ہے تو اسے اسلام کے متعلق من مانی تشریحات اور تاویلات کرنے کی سوجھتی ہے گویا یہ ان کی ذہنی تفریح ہے۔

یا تو ایسے لوگ اسلام کو اس وسیع انداز میں پیش کرتے ہیں، مزید برآں تنگ نظری کی آڑ لے کر ایسی گمراہ کن وسیع القلبی کا مظاہرہ کرتے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ حلال و حرام کی تمیز باقی نہیں رہتی ہے۔ سب کچھ جائز کر دیتے ہیں۔ اور کچھ لوگ ایسے بھی موجود ہیں جو کتاب اللہ کی بعض آیات مبارکہ اور احادیث شریفہ سے غلط استدلال کر کے اسلام کے وسیع دائرہ کو اتنا تنگ کر دیتے ہیں کہ بعض دیگر آیات و احادیث مبارکہ بے معنیٰ ہو کر رہ جاتی ہیں۔ الغرض ان لوگوں نے اسلام کو جو ایک عالمگیر مذہب ہے بازیچۂ اطفال بنا رکھا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد ۔۔۔ جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے

ایک نظریہ کو ذہن میں راسخ کر لیا جاتا ہے وہ کس طریق سے ان تک پہنچا اس کی ان لوگوں کو کوئی پرواہ نہیں ہوتی پھر اس مفروضہ مذعومہ نظریہ کو مدلل و مبرہن کرنے کے لیے قرآن مجید اور احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سہارا ڈھونڈتے ہیں۔ آیات و احادیث کی من مانی تاویلات و تشریحات کرتے ہیں اور دین کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیتے ہیں بقول حضرت امام ابوالکلام آزاد مرحوم:

"ان کو اپنی گنبدِ دستار کی تعمیر کے لیے اینٹیں چاہئیں اگرچہ خانۂ شرع کی دیواریں توڑ کر بہم پہنچائی جاویں۔"

اہل کتاب کی طرح ان میں اکثریت ایسے لوگوں کی ہے جو جان بوجھ کر حق اور صحیح بات کو چھپا دیتے ہیں وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ لَیَکْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ۔ افسوس کہ یہی حال شبر بشبر اور ذراع بذراع آج کل کے جدید تعلیم یافتہ ذہنوں کا ہے۔ دھم یھودُ ھٰذِہِ الاُمّۃ الا ماشاء اللہ۔

موجودہ دور میں ہمارے کالجز اور یونیورسٹیز میں جو اسلامیات اور دینیات پڑھائی جاتی ہے وہ مذہب اسلام کو مکمل طور پر سمجھنے کے لیے ناکافی ہے اور اس کے پڑھنے سے فقہ کے اصولوں (کتاب وسنت، اجماع، قیاس) سے انسان مسائل کا استنباط نہیں کر سکتا تاآنکہ وہ شخص باضابطہ طریقہ سے علوم عقلیہ و نقلیہ کا مطالعہ نہ کرے۔

حال ہی میں ایک کتابچہ بعنوان "نظام اسلام کیا ہے؟" شائع ہوا جسے امیر تحریک

© rasailojaraid.com

رحمۃ للعالمین جناب ڈاکٹر نصیر احمد ناصر نے مرتب کیا ہے۔ انہوں نے اپنے اس کتابچہ کا آغاز کچھ اس طرح کیا ہے کہ :

"ہر نظام کی بنیاد کچھ اصولوں پر ہوتی ہے۔ پورے نظام کو سمجھنے کے لیے اس کے جملہ اصولوں کو سمجھنا اور ان پر ہمہ وقت نظر رکھنا لازم ہے۔ نظام اسلام کے بھی بنیادی اصول ہیں۔ چند اہم اصول درج ذیل ہیں۔"

اس کے بعد مرتب موصوف اپنے اس کتابچہ میں نمبروار آیات کو اسلام کے اصول بناکر درج کرتے گئے اور ان آیاتِ مبارکہ سے مسائل کا استنباط کرتے گئے۔ ہماری بحث اس وقت صرف اور صرف اس سے ہے کہ ان آیات مبارکہ سے جو مسائل مستنبط کئے گئے ہیں کیا وہ صحیح ہیں یا ان میں کچھ کلام کرنے کی گنجائش ہے؟

درحقیقت پورا کتابچہ محل نظر ہے۔ جناب ڈاکٹر صاحب کے ان آیات سے وضع کردہ اصول اور اس کے ذیل میں ہونے والی مفصل تشریح نظر ثانی کی محتاج ہے۔ تمام کا ذکر کرنا شروع کر دیں تو بہت طویل بحث شروع ہو جائے گی۔ اس بنا پر بطور "مشتے نمونہ از خروارے" ایک اصول پر بحث کرتے ہیں۔ یہیں سے اندازہ ہو جائے گا کہ امیر ڈاکٹر صاحب کہاں تک اور کس درجہ قرآن حکیم کی حقیقت کو سمجھ پائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو قرآن حکیم کی حقیقت کی سمجھ عطا فرمائے۔

....

امیر ڈاکٹر صاحب اپنے کتابچہ میں تیسرے نمبر پر بطور اصول یہ آیت مبارکہ درج فرماتے ہیں :-

وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝ وَاَنَّ سَعْیَهٗ سَوْفَ یُرٰی ۝ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی ۝	"اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا اور اس کی یہ کمائی دکھلائی ضرور ہے پھر اس کو بدلہ ملتا ہے پورا بدلہ۔"

قبل اس کے کہ ہم ڈاکٹر صاحب کے ان آیات سے مستنبط کردہ مسائل کی صحت کا جائزہ لیں، مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان آیات مبارکہ کی حضراتِ مفسرین کے اقوال کی روشنی میں وضاحت کر دی جائے پھر ڈاکٹر صاحب کے مستنبطہ مسائل کا اصل کتابچہ کی عبارت میں

ذکر کریں گے تاکہ ناظرین یہ آسانی سے فیصلہ فرما دیں کہ ڈاکٹر صاحب کی تحقیق کہاں تک صحیح ہے !

شانِ نزول :

مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر "معارف القرآن" میں بحوالہ "درمنثور" یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص اسلام لے آیا اس کے کسی دوست نے ملامت کی کہ تو نے اپنے باپ دادا کے دین کو کیوں چھوڑ دیا۔ اس شخص نے جواب دیا کہ میں اللہ تعالٰی کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔ دوست نے کہا کہ تو مجھے کچھ دیدے تو میں آخرت میں تیرا عذاب اپنے سر پر رکھ لوں گا اور تو عذاب سے بچ جائے گا۔ چنانچہ اس نے کچھ دیدیا اس نے اور مانگا تو کچھ کشاکشی کے بعد اور بھی دے دیا اور بقیہ کی دستاویز مع گواہوں کے لکھ دی۔ جس شخص نے اسلام قبول کیا تھا تفسیر روح المعانی میں اس کا نام ولید بن مغیرہ لکھا ہے۔ اس موقع پر اللہ تعالٰی نے درج ذیل آیات نازل فرمائیں :

اَلَّا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۝	"کہ اٹھاتا نہیں کوئی اٹھانے والا
وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا	بوجھ کسی دوسرے کا۔ اور یہ کہ آدمی کو وہی
مَا سَعٰى ۝ وَاَنَّ سَعْيَهٗ	ملتا ہے جو اس نے کمایا۔ اور یہ کہ اس کی
سَوْفَ يُرٰى ۝ ثُمَّ يُجْزٰىهُ	کمائی اس کو دکھلائی ضرور ہے۔ پھر
الْجَزَآءَ الْاَوْفٰى ۝	اس کو بدلہ ملنا ہے اس کا پورا پورا"

پ ۲۷ رکوع ۷

مذکورہ بالا آیات میں سے پہلی آیت میں بوجھ سے مراد گناہ کا بوجھ ہے اور اس کا عذاب، کہ قیامت کے روز کسی ایک شخص کے گناہ دوسرے پر نہیں لادے جائیں گے۔ بلکہ ہر شخص اپنے گناہوں کا بوجھ اور اس کا عذاب خود برداشت کرے گا۔ جیسا کہ اللہ تبارک و تعالٰی ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرماتے ہیں کہ گناہوں کے بوجھ سے لدا ہوا شخص لوگوں سے درخواست کرے گا کہ میرا کچھ بوجھ تم اٹھا لو تو کسی کی کیا مجال ہوگی کہ اس کے بوجھ کا کچھ حصہ اٹھا سکے۔

وَاِنْ تَدْعُ مُثْقَلَةٌ اِلٰى	"اور اگر کوئی بوجھ والا اپنے بوجھ کی طرف
حِمْلِهَا لَا يُحْمَلْ مِنْهُ	بلائے تو اس کے بوجھ میں سے کچھ

© rasailojaraid.com

شَیۡءٌ وَّلَوۡ کَانَ ذَا قُرۡبٰی بھی نہ اٹھایا جائے گا۔ اگرچہ قریبی رشتہ دار ہی ہو۔"
پ۲۲ رکوع ۱۵

اللہ تعالیٰ نے آگے اسی مضمون کی تکمیل فرمادی کہ جس طرح کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ اور اس کا عذاب قیامت کے دن نہیں اٹھاسکے گا بالکل ایسے ہی کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ دوسرے کے عمل کے بدلے خود عمل کرلے اور وہ اس عمل سے سبکدوش ہوجائے۔ بلکہ

وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ۝

حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسی آیت کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ مثلاً ایک شخص دوسرے کی طرف سے نماز فرض ادا کردے یا دوسرے کی طرف سے فرض روزہ رکھ لے اور وہ دوسرا اپنے فرض نماز روزے سے سبکدوش ہوجائے یا یہ کہ ایک شخص دوسرے کی طرف سے ایمان قبول کرلے اور اس کو اس سے مومن قرار دے دیا جائے۔ وَاَنۡ لَّیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی کہ آدمی کو وہی کچھ ملے گا جو اس نے کمایا۔ کوئی کسی کا نائب بن کر دوسرے کو چھٹکارا نہیں دے سکتا۔

علامہ ابن کثیرؒ اسی آیت کے تحت فرماتے ہیں کہ:

لا یحصل من الاجر الا ما کسب ہو لنفسہ

اس کے بعد رئیس المفسرین امام ابن کثیرؒ امام شافعیؒ کا مسلک نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ومن ہذہ الایۃ الکریمۃ استنبط الشافعی ان القراۃ لا یصل اھداء ثوابھا الی الموتی لانہ لیس من عملھم ولا کسبھم

گویا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا نظریہ بھی یہی ہے کہ اس آیت کریمہ کا تعلق کسی دنیوی معاملے سے نہیں بلکہ اس کا تعلق اُخروی زندگی سے ہے۔

قطب الارشاد فقیہ النفس رشید احمد گنگوہیؒ فرماتے ہیں کہ "لَیۡسَ لِلۡاِنۡسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی میں جو سعی ہے اس سے سعی ایمانی مراد ہے کہ ایک کا ایمان دوسرے کے کام نہیں آئے گا کہ یہ مومن بن جائے گا اور نجات اسے دے دی جائے۔ اس میں عمل کا

.com

ذکر نہیں ہے یہ سعی ایمانی مراد ہے جو سعی قلبی ہے" مجالس حکیم الاسلام ص۸۲
اب آپ بخوبی جان چکے ہوں گے کہ ان آیات مبارکہ کا تعلق کسی دنیوی معاملہ سے نہیں بلکہ صرف اور صرف اس سے ہے کہ آخرت میں عند اللہ ہر ایک کا اپنا ایمان کام آئے گا کسی اور کو دوسرے کے ایمان کا نفع نہ پہنچے گا۔ اتنی بات سمجھ لینے کے بعد اب غور فرماویں امیر ڈاکٹر صاحب کی اس عبارت پر جو انہوں نے ان آیاتِ مبارکہ کی تشریح میں بیان فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ :

"کسب و محنت کے بغیر انسان محض سرمائے کے بل پر پیداوار یا منافع میں حصّہ لینے کا حق دار نہیں جو بھی اگر وہ خود کام نہیں کرتا محنت و مشقت نہیں کرتا اور محض خوابیدہ یا بیکار (SLEEPING) سرمایہ کار کی حیثیت سے پیداوار یا منافع میں حصہ لیتا ہے تو وہ سود لیتا ہے (بحوالہ قرآن و احادیث طیبہ) اور باطل طریقوں سے دوسروں کی کمائی کھاتا ہے اور مفت خوری درج ذیل آیۃ جلیلہ کی رو سے بھی حرام ہے : وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اور تم ایک دوسرے کا مال باطل طریقوں سے نہ کھاؤ۔"

اب غور فرماویں کہ محترم ڈاکٹر صاحب کا ان آیاتِ مبارکہ سے ایسی تشریح کرنا کہاں تک صحیح ہے۔

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑہ ، بھان متی نے کنبہ جوڑا ! والی بات ہے ۔ بالفرض اگر یہ آیات کسی دُنیوی معاملہ میں نازل ہوئی ہوتیں تو پھر بھی ڈاکٹر صاحب کو چاہیئے تھا کہ ان آیات مبارکہ سے ایسا مفہوم نکالتے کہ جس سے کسی اور حکم اسلامی پر زد نہ پڑتی ۔ قرآن حکیم ایک ایسا بحر ذخار ہے جس کے نکات کبھی ختم ہونے کو نہیں ۔ اسلامی اصولوں کو مدنظر رکھتے ہوئے جتنے بھی مسائل اس سے مستنبط ہو سکیں گے ہوتے رہیں گے کیونکہ ہر آئندہ دور میں نئے نئے مسائل جنم لیں گے اور ہم مسلمانوں کا یہ اجماعی عقیدہ ہے کہ ہر نئے آنے والے مسئلہ کا حل قرآن حکیم میں موجود ہے ۔

وَ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ — "اور ہم نے تجھ پر ایک ایسی کتاب نازل کی ہے جس میں ہر چیز کا کافی بیان ہے"

پ۱۴ رکوع ۱۸

© rasailojaraid.com

تب ہی تو اسلام کو دین کامل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد گرامی ہے:۔

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ	"آج میں تمہارے لیے تمہارا دین پورا کر
وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَ	چکا اور میں نے تم پہ اپنا احسان پورا کر دیا
رَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا	اور میں نے تمہارے واسطے اسلام ہی کو
پ۶ رکوع ۵	دین پسند کیا۔"

قرآن حکیم کی آیات سے ایسے مسائل کا استنباط کرنا کہ جن کا ٹکراؤ اجماعی مسائل سے ہوتا ہو قطعاً اس لائق نہیں کہ اس کی طرف التفات کیا جائے۔ تو جناب ڈاکٹر صاحب کا یہ کہنا کہ

"کسب و محنت کے بغیر محض سرمائے کے بل پہ پیداوار یا منافع میں حصہ لینے کا حق دار نہیں"

ہرگز صحیح نہیں ہے۔

دراصل محترم ڈاکٹر صاحب دبے لفظوں میں بیع مضاربہ جیسے اجماعی مسائل کا انکار فرما رہے ہیں۔ بیع مضاربہ کی تعریف کے بارے میں علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وفی الشرع عبارۃ عن عقد	شریعت میں (مضاربۃ) دو آدمیوں
بین اثنین یکون من احدھما	کے درمیان ایک ایسے عقد کا نام ہے کہ
المال ومن الاٰخر التجارۃ فیہ	ان میں سے ایک کا مال ہو اور دوسرے
ویکون الربح بینھما۔	کا عمل اور نفع دونوں میں مشترک ہو۔

ناظرین اس بات کا اب بخوبی اندازہ لگا سکتے ہیں کہ حکم اسلامی بیع مضاربہ کی تعریف میں اور محترم ڈاکٹر صاحب کے آیت "وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" کے مطلب میں کیا فرق ہے۔ قرآن و حدیث سے مستنبط مسئلہ سے سرمو انحراف جائز نہیں چہ جائیکہ کلی طور پر اس سے روگردانی کی جائے۔ قرآن حکیم میں بیع مضاربہ کے بارے میں ارشادِ گرامی ہے:

وَاٰخَرُوْنَ یَضْرِبُوْنَ فِی الْاَرْضِ	"اور ایک جماعت ہے جو زمین میں چل پھر
یَبْتَغُوْنَ مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ	کر اللہ کے رزق کو تلاش کرتی ہے۔"

یعنی صاحب مال تو مال لگاتے ہیں اور محنت والے اس کے ذریعے سے ملکوں اور شہروں میں تجارت کرتے ہیں۔ تقریباً سیرت مبارکہ کی تمام کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سفرنامۂ شام کا تذکرہ موجود ہے

نبوت سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتونِ اوّل حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضؓ کا مال لے کر بصریٰ (شام) کی منڈی میں تشریف لے گئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہؓ بھی آپؐ کے ساتھ تھا اور آپؐ کی اس معاملہ میں راست بازی ہی کو دیکھ کر حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا نے اسلام کی عظیم ترین دولت کو اپنے سینے سے لگایا اور ایمان سے مشرف ہوئیں۔ حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت سے قبل بصریٰ (شام) کی منڈی میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ کے مال میں تجارت اصولِ مضاربہ پر ہی کی تھی جو بیش از بیش نفع کی شکل میں انجام پائی۔

(اسلام کا اقتصادی نظام ص ۳۳۶)

اب آپ حضرات نے اندازہ لگایا ہوگا کہ ڈاکٹر صاحب کا متنبطہ مسئلہ صحت کے ساتھ کہاں تک تعلق رکھتا ہے۔ علاوہ ازیں فقہ کی مشہور کتاب "سعیدیات" میں ہے کہ مضاربہ لوگوں کی ضروریات کے لیے جائز رکھی گئی ہے اس لیے کہ بعض مال دار کاروبار سے ناواقف و نابلد ہوتے ہیں اور بعض غریب کاروبار کے ماہر ہوتے ہیں اور مصالح تجارت سے خوب واقف ہوتے ہیں نیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل یہ طریق تجارت جاری تھا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس کو بہتر سمجھ کر جاری رکھا اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی شرائط مضاربہ کو پسند فرمایا۔ (اقتصادی نظام ص ۲۲)

امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور زمانہ کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ:

"معاونت باہمی کی چند قسمیں ہیں ایک ان میں سے مضاربہ بھی ہے۔"

آگے چل کر حضرت شاہ صاحبؒ اسی عقد مضاربہ کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"وہ یہ کہ مال ایک شخص کا ہو اور محنت دوسرے شخص کی اور رضامندی طرفین کی تصریح کے ساتھ نفع دونوں کے درمیان میں ہو۔"

(حجۃ اللہ البالغہ ج ۲ ص ۱۱۶)

حضرت مولانا حفظ الرحمان صاحب سیوہارویؒ مضاربہ کا عنوان باندھ کر فرماتے ہیں کہ:

© rasailojaraid.com

"امداد باہمی کے مقاصد کو پورا کرنے کے لیے یہ (مضاربہ) بہترین طریق تجارۃ ہے مضاربہ ایسے تجارتی معاملہ کا نام ہے جس میں ایک جانب راس المال (سرمایہ) ہوتا ہے اور دوسری جانب فقط محنت ہوتی ہے اور منافع مثلاً نصف نصف یا اور کم وبیش طے پاجاتا ہے" (اقتصادی نظام ص۳۲۵)

آگے چل کر مولانا موصوف علیہ الرحمۃ اسی بحث کو ان الفاظ پر ختم فرماتے ہیں:

"گویا اس شکل میں سرمایہ دار کا سرمایہ "لعنت" نہیں بلکہ رحمت بن جائے گا اور نادار کی محنت اور کاروباری ہوش مندی اور استعداد ضائع اور رائیگاں ہونے کے بجائے کارآمد اور نفع بخش ثابت ہوگی۔"

آگے فرماتے ہیں کہ:

"نتیجہ یہ نکلے گا کہ نہ سرمایہ کنز بن کر احتکار اور اکتناز کا باعث ہوگا اور نہ اصحاب ضرورت کی انسداد ضروریات پر قفل پڑ سکیگا اور جماعتی زندگی میں نہ فاقہ کش نظر آئیں گے اور نہ قابلِ نفرت سرمایہ دار۔"

آخری گذارش

اسلام ایک دین فطرت ہے۔ جن وانس کی خیر وفلاح کے لیے نازل کیا گیا ہے۔ دین اسلام کو نازل کرنے والی ذات خدائے حکیم وعلیم ہے اس ذاتِ برتر نے کوئی ایسا حکم نازل نہیں کیا جس پر عمل مشکل ہو اور جس کے سمجھنے کے لیے عقل انسانی قاصر ہو۔

لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

مگر شرط یہ ہے کہ اہلیت اور لیاقت بھی ہو کہ انسان کو پہلے اپنے اندر اتنی استعداد پیدا کرلینی چاہیئے کہ جس سے مسائل کا استخراج ہوسکے وگرنہ دین وملت پر ظلم کرنے کے علاوہ خود اپنے پر بھی ظلم ہوگا۔

تو خاک میں مل اور آگ میں جل جب خشت بنے تب کام چلے
ان خام دلوں کے عنصر پر بنیاد نہ رکھ تعمیر نہ کر

میرا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جب تک کسی ماہر دین سے علاقہ نہ ہو اپنے طور پر اس وقت تک دین اسلام کی کوئی قابل قدر خدمت انجام نہیں دی جاسکتی۔ اپنی مدد آپ کے تحت

کی کوششیں اس میدان میں بارآور نہیں ہو سکتی۔ منبع علوم حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بعض صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بھی غلط فہمی ہو گئی تھی کہ آیت "حَتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ" کے مطلب میں خطا کھا بیٹھے کہ انہوں نے اپنے پاس سفید و سیاہ دھاگے رکھ لیے تھے۔ علاوہ ازیں اگر فہم دین میں اتنی ہی آسانی تھی تو پھر علماء امت اور حاملین دین متین کی اتنی فضیلت کیوں؟

فَاسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ٥

اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

اس تمام بحث سے معلوم ہوا کہ حصول علم کے لیے جب تک کسی کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کیا جاوے تو اس وقت تک علم دین سے مکمل روشناسی ناممکن بلکہ محال ہے۔

آغوش صدف جس کے نصیبوں میں نہیں ہے
وہ قطرہ نیساں کبھی بنتا نہیں گوہر

اپنی خام معلومات پر اجتہاد کی بنیاد رکھنا دانش مندی نہیں بلکہ ضلالت و گمراہی ہے۔ اجتہاد کا لفظ تو آسان ہے مگر حقیقتِ اجتہاد تک رسائی بہت مشکل ہے۔ حقیقتاً اجتہاد کے مرتبہ پر کون فائز المرام ہو سکتا ہے اس بارے میں پاک و ہند کے نامور عالم دین مولانا منظور احمد نعمانی اپنی کتاب "دین و شریعت" میں اس عنوان کے تحت کہ "اجتہاد کا حق کس کو حاصل ہے" میں فرماتے ہیں:

"اجتہاد کے سلسلہ میں ایک بات یاد رکھنی چاہیئے کہ یہ ہر ایک کا کام نہیں، جن بزرگوں نے یہ کام کیا ان کا کتاب و سنت کا علم نہایت ہی وسیع تھا۔ انہوں نے ان لوگوں کو دیکھا تھا بلکہ ان ہی سے علم دین حاصل کیا تھا جنہوں نے دینی تعلیم و تربیت براہ راست صحابہ کرامؓ یا ان کے خاص شاگردوں سے حاصل کی تھی پھر اس مستند اور وسیع علم اور اس تعلیم و تربیت کے علاوہ ان میں تعلق باللہ اور تقویٰ اعلیٰ درجہ کا تھا۔ دراصل یہ کام انہی کا تھا جن سے اللہ تعالیٰ نے لیا۔" (صفحہ ۸۴)

اس کے بعد مولانا موصوف دامت برکاتہم "نئی روشنی کے بے علم مجتہد" کا عنوان باندھ کر فرماتے ہیں۔

"لیکن آج اجتہاد کو ایسی معمولی بات سمجھ لیا گیا کہ بعض لوگ دین کے متعلق اردو کے چند

© rasailojaraid.com

رسالے پڑھ کر یا زیادہ سے زیادہ قرآن و حدیث کے چھپے ہوئے ترجمے کو دیکھ کر اپنے کو اجتہاد کا حق دار سمجھنے لگتے ہیں اور مسائل میں بالکل مجتہدانہ انداز میں رائے زنی کرنے لگتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے بارے میں حدیث شریف میں آیا ہے:
ضَلُّوا وَ اَضَلُّوا خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو گمراہ کرتے ہیں۔" (ص ۸۴)

حقیقت یہ ہے کہ امت میں جس نے بھی قرآن حکیم کا حدیثِ نبوی، اجماعِ امت اور اسلاف امت کی تحقیقات سے بے نیاز ہو کر آزاد مطالعہ کیا تو سوائے ضلالت و گمراہی کی وادی میں بھٹکنے کے قرآن پاک کی کوئی خدمت نہیں کی بلکہ ان راہوں میں جو اشاعت اسلام کے لیے ممد و معاون ہیں مزید ایک روڑے کا اضافہ کیا۔ ایسے اقدام سے صرف یہی نہیں کہ خود نام نہاد مفکرِ اسلام جادۂ حق سے ہٹ گئے بلکہ دوسروں کی گمراہی کا ذریعہ بنتے ہیں تو کیا "ضَلُّوا وَ اَضَلُّوا" والی حدیث کا مصداق نہ بنے۔ لہٰذا آخر میں جناب ڈاکٹر نصیر احمد ناصر سے ایک عالم دین کے الفاظ میں عرض کروں گا کہ:

"میں نہیں کہہ سکتا کہ "مرتب" اس قسم کی غلطیاں کم علمی سے کر رہے ہیں یا کسی خاص مقصد سے وہ ایسا کر رہے ہیں بہرحال ان کی سعی ہے قابلِ افسوس"

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر
میں نے تو در گذر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ

●

محترم قارئین

بعض وجوہ کی بنا پر چند ایک خریداری نمبر تبدیل کرنے پڑے ہیں۔ براہِ کرم اپنا نیا خریداری نمبر نوٹ فرمایئے گا جو لفافے پر درج ہے۔ زرِ تعاون کے لیے یاددہانی کے باوجود جن حضرات کی طرف سے اطلاع موصول نہیں ہوئی، اُن کے نام پرچہ بدستور جاری رکھنے سے قاصر ہوں گے۔

شکریہ
ناظم سرکولیشن